لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

الحمد للہ کہ

رسالہ

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن + پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

حدیث نبوی

اور

تقلید شخصی

کیا سمجھے کبھوں حدیث کیا ہے +++ دروانہ درج [illegible]

جس میں حدیث نبوی اور تقلید شخصی کی تحقیق اور منکرین حدیث کے
جوابات درج ہیں

مصنفہ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل)
مصنف تفسیر ثنائی اردو وغیرہ

بفرمائش خاکسار عطاء اللہ منیجر دفتر اہل حدیث

آفتاب پریس امرتسر میں محمد عبد اللہ منہاس پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

بار سوم

قیمت ۱۴/

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸×۲۲ تقطیع کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر سے شائع ہوتا ہے جسمیں مضامین مذہبی۔ اخلاقی۔ مسائل۔ فتاوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ایک دو صفحوں پر دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی۔ شرک و بدعت کا دشمن۔ مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا۔ دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بتانیوالا ہے۔

قیمت سالانہ پانچروپے (صہ)

المشتہر

مینجر اخبار اہل حدیث امرتسر (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

حدیث نبوی

التماس مصنف

حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خطبوں میں یہ ارشاد فرماتے تھے خیر الحدیث کتاب اللّٰہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا و کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار یعنے سب کلاموں سے خدا کا کلام اچھا ہے اور سب طریقوں سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریق بہتر ہے؛ اس سے آپکی غرض یہ تھی کہ لوگ میری سنت اور چال پر چلیں ایسا نہ ہو کہ میری سنت کو چھوڑ کر اور طرف کو بہک جاویں چنانچہ اسی فکر میں آپنے آخری وصیت بھی فرمائی تھی جس کے الفاظ طیبہ یہ ہیں ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنتی یعنے میں تم میں دو باتیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کروگے ہرگز گمراہ نہوگے ایک تو کتاب اللہ دوسری اپنی سنت

باوجود ایسی تاکید کے مسلمان بحکم الانسان حریص لما منع[1] سنت نبویہ اور احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے ہمیشہ غافل رہے ایک زمانہ تو اسپر وہ گذرا ہے کہ روایات فقہیہ میں توغل اور آراء والرجال میں مشغول ہونیکی وجہ سے احادیث نبویہ سے بے پروا ہو کر لیکن وہ نہیں تعظیم وتکریم چھوٹی تھی آخر المحدث کثرہم اللہ کی تحریک سے لوگ حدیث کیطرف متوجہ ہوے اور ہندوستان میں بفضلہ تعالیٰ کہیں کہیں درس حدیث کی آواز آنے لگی ہے مگر

[1] انسان کو جس بات سے روکا جائے اُسی کے کرنیکا شایق ہوتا ہے

ناگاہ علیگڈھ سے سر سید احمد خاں نے حدیث کی نسبت اپنے خیالات منکرانہ شائع کیے اسوقت بھی اہلحدیث ہی اس ہنگامے کے مٹانے کو سینہ سپر ہوئے وہ شور و شغب ابھی تھمنے بھی نہ پایا تھا کہ لاہور میں ایک صاحب (مولوی عبد اللہ چکڑالوی) اُنسے بھی آگے بڑھے ہوئے سربرآور ہوئے جنھوں نے اپنی کوشش سے یہ باور کرا دیا کہ سر سید پھر بھی غنیمت تھے کیونکہ اُن میں ایک بات ایسی بھی تھی کہ اِنمیں وہ بھی نہیں سر سید حدیث کو دلیل شرعی مانتے تھے مگر اُس کے ثبوت پر معترض ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ جو امور اور شعار اسلام اور اہل اسلام میں تواتر سے چلے آئے ہیں اُنمیں دست اندازی وہ بھی نہ کرتے نماز وغیرہ کی کیفیت ایسی ہی مانتے تھے جیسی تمام اہل اسلام مانتے ہیں مگر دوسرے صاحب اُن سے بھی دو گز آگے بڑھے اُنہوں نے سرے حدیث کا انکار ہی کر دیا کہ حدیث کوئی شرعی دلیل ہی نہیں گو حدیث اپنے ثبوت میں صحت کی حد کو پہنچ جائے تو بھی کچھ نہیں جسکا مطلب ہے کہ اگر ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان الہام ترجمان سے بالمشافہ بھی حدیث سن پائیں یا کوئی کام کرتے ہوئے حضور کو دیکھیں تو بھی وہ قول یا فعل دلیل شرعی نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن ہی تمام مسائل دینیہ کو کافی وافی ہے جب انہوں نے اس خیال کو ظاہر کیا تو علماء کی طرف سے پہلا اعتراض اُنپر یہ وارد ہوا کہ نماز کی ترتیب اور کلمات قرآن شریف سے ثابت کیجیے اسکے جواب میں پہلے تو بہت ہاتھ پیر مارے لیکن آخر ان سب اعتراضوں کو چھوٹنے کے لئے اُنہوں نے نماز ہی الگ ایجاد کر لی جس کا نام صلوٰۃ القرآن رکھا اُسمیں مختلف مقامات کی آیات لکھیں چنانچہ تکبیر تحریمہ کیجگہ یہ آیت لکھی ہے وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ گو ایسے ویسے خیالات کو ہم نا تو قابل توجہ اور لائق وقعت نہیں جانتے ہونگے۔ مگر چونکہ بعض دوستوں نے بدین دلیل مجبور کیا کہ گو یہ شخص کیسا ہی ہو اور یہ خیالات کسی قسم کے ہوں تاہم بطور تحقیق اس مسئلہ کو لکھنا چاہیے کہ قرآن مجید کو حدیث شریف کے شرعی حجت ہونے کا کیا ثبوت ہے اور حدیث کو قرآن مجید کیساتھ کیا نسبت ہے؛ لہٰذا یہ مختصر سا رسالہ لکھا گیا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں؛

خاکسار مصنف

بار سوم } ۱۳۴۳ھ } ۲۴ء

کیا قرآن شریف کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے

واضح رہے کہ حدیث سے مراد پیغمبر علیہ السلام کا قول و فعل ہے پس اس معنے کو ملحوظ رکھکر قرآن شریف کا کوئی سیپارہ اور کوئی صورت پڑھ کر دیکھو صاف اور صریح لفظوں میں یہ حکم ملیگا کہ

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

خدا کی اور خدا کے رسول کی اتباع کرو بلکہ یہ بھی ملیگا کہ جسنے رسول کی تابعداری کی اُسنے اللہ کی فرمانبرداری کی

ایک مقام پر فرمایا ہے کہ خدا کا رسول تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے پس اسی کی چال اختیار کرو جو لوگ خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی یاد بہت بہت کرتے ہیں وہ ایسا ہی کریں؛

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

ایک مقام پر خدا نے ان تمام مباحث کی بیخ کاٹ دی ہے جو آجکل حدیث نبوی کے متعلق پیش آتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ ہمنے یہ قرآن تیری طرف اے رسول اس لیے اتارا ہے کہ تو اس قرآن کو لوگوں کے سامنے بیان یعنے واضح کر کے سنادے؛

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
(پ ۱۴ ع ۱۲)

اس آیت نے ایسے واضح اور روشن طریق سے فیصلہ کیا ہے کہ اس سے واضح ممکن ہی نہیں صاف مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے صرف مبلغ ہی نہیں بلکہ مبین اور مفسر ہیں مفسر بھی کیسے؟ الہامی اور وحی سے تفسیر کرنیوالے کیونکہ ایک مقام پر خداوند تعالےٰ نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا؛

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ
إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ

کہ اے رسول جبرئیل سے قرآن سنتے ہوئے تم جلدی نہ کیا کرو تمہارے سینے میں

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ پ ۲۹ ع ۱ ۔ جمع کر دینا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے سو جب ہم نے جبرئیل پڑھے تو تم اس کے پڑھنے کا اتباع کیا کرو یعنی سنتے جایا کرو پھر اس کا بیان کر دینا ہمارے ذمہ ہے یعنی ہم تم کو اس کا بیان بذریعہ وحی خفی کے بتلا دیں گے اس آیت میں خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کا بیان کرنا خود اپنے ذمہ لیا ہے اور اس پہلی آیت میں آنحضرت کو حکم ہے کہ تم قرآن کی تفسیر واضح کر کے لوگوں کو سناؤ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جو بیان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کریں گے وہ خدا کی وحی اور الہام ہی سے ہوگا اور یہ تو ظاہر ہے کہ وہ الہام اور وحی قرآن شریف نہ ہوگا کیونکہ قرآن شریف کو وہ بیان واضح کرنے والا ہے یا یوں کہیئے کہ قرآن مجید اس بیان سے وضاحت اور تفسیر حاصل کرتا ہے کیونکہ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ سے مراد بے شک و شبہ قرآن مجید ہے اور یہ بھی واضح اور بدیہی غیر قابل انکار ہے کہ یہی ما نزل الیہم جس سے مراد قرآن شریف ہے ۔ لِتُبَیِّنَ کا مفعول بہی ہے جس کے صاف اور سید ہے معنے یہ ہیں کہ قرآن شریف کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سپرد کی گئی ہے اور اسی مطلب کی پہلی آیت مزید توضیح کرتی ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی رسول اللہ تمہارے لئے اچھا نمونہ ہیں اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی ایک آیت اس نزاع کی فیصلہ کن ہے :

ہاں یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ تفسیر رسولی یا حدیث نبوی میں اگر کوئی امر یا حکم ملے جو قرآن شریف کے اجمالی بیان میں ہیں نہ مل سکے تو ہم اس کے کہنے کے کہ یا نہ ہونگے اور یہ حکم یا حدیث صحیح نہیں اس لئے کہ ایک تو اس تلاش میں ہمارے نقصان کا قصور دوم بحکم لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے ہم مکلف و مامور ہیں اس امر کے کہ تمام افعال میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بغیر چون و چرا کے کریں اور یہی معنے ہیں اس آیت کریمہ کے جس کے الفاظ اور ترجمہ یہ ہے :

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (پ ۵ ع ۲) کہ خدا فرماتا ہے جو رسول ہم نے بھیجے ہیں اُن سب سے یہی غرض تھی کہ اللہ کے حکم سے اُن کا اتباع کیا جاوے "

اس تمام تقریر سے اس وہم کا ازالہ بھی ہوگیا جو منکرین احادیث کہا کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بجز مبلغ قرآن ہونیکے اور کوئی منصب نہ تھا یعنے آپ صرف ایک پیغام رساں ہی تھے اور بس پیغام سے مراد انکی چونکہ صرف قرآن مجید ہے اس لیئے یہ دعوئے بیان بالا سے غلط ہے اور اگر پیغام سے مراد عام لیتے یعنے جو احکام خداوندی ان پر نازل ہوتے تھے خواہ بذریعہ قرآن شریف کے الفاظ کے ہوں یا بذریعہ تفسیر قرآن جو بحکم آیات مرقومہ بالا آپ کا منصب تھا تو ہم بھی اُن سے متفق ہوتے کہ ہاں بیشک رسول خدا خدا کے احکام ہی سناتے تھے یہ بیان ہمارا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفسر قرآن تھے بھی ایک طرح سے اصطلاحی ہے ورنہ ہمارا تو ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم الٰہی شارع اور صاحب شریعت تھے یہی وجہ ہے کہ اگر رسول کسی کام سے بطور شریعت منع فرماتے یا حکم دیتے تھے تو چونکہ وہ ارشادات نبویہ بحکم مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی وحی سے ہی ہوتے تھے اس لیئے خداوند تعالےٰ اُن کو احکام شرعیہ فرماتا اور اُنکی تعمیل نہ کرنے والوں پر اتنی ہی خفگی ہوتی جتنی کہ احکام قرآنیہ کی عدم تعمیل پر ہوا کرتی حالانکہ وہ احکام قرآن شریف کے لفظوں میں نہوتے تھے۔ غور سے سنو!

دلیل اول یہ ہے کہ قرآن مجید میں ذکر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راز کی بات اپنی ایک بیوی کو بتائی اور اُس نے اسکو ظاہر کردیا اسپر آنحضرت نے اس بیوی کو کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اُسنے کہا آپ کو کس نے بتایا آپ نے فرمایا مجھ سے خدائے علیم نے بتایا ہے اس قصہ کے قرآنی الفاظ یہ ہیں

اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ	نبی نے جب کسی بیوی کو ایک بات

حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ پ۲۸ ع۱۹

پوشیدہ بتائی پھر اُس نے وہ بات ظاہر کردی اور خدا نے نبی پر اس کا اظہار کر دیا تو نبی نے بعض بات اس بیوی پر ظاہر کی اور بعض سے چشم پوشی فرمائی جب نبی نے بیوی کو اُس کا اظہار راز کرنا بنایا تو اُس نے کہا حضور کو یہ بات کس نے بتائی۔ نبی نے کہا مجھے خدائے علیم و خبیر نے بتائی

ہمارا استدلال اس آیت سے یوں ہے کہ جس خبر کی بابت بیوی نے پوچھا کہ حضور کو کس نے بتائی ہے وہ خبر واقعی قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن حضور علیہ السلام نے اُس کے جواب میں فرمایا۔

مجھے خدائے علیم نے بتائی ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کو خدا کی طرف سے علم کے ذریعہ دو تھے (ایک) قرآن مجید (دوم) غیر قرآن بھی تھا اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت کو خدا کی طرف سے کرائی گئی تھی اور وقتاً فوقتاً کرائی جاتی تھی اور اس ما سوائے قرآن ذریعہ علم کا نام ہماری اصطلاح میں حدیث ہے؛

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ

اہل انصاف کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے تاہم ہم اور دلائل بھی پیش کرتے ہیں:

دلیل دوم

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

پ ۲۸ ع ۲

خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کیا تم نے اُن لوگوں کو نہ دیکھا کہ کیسے نالائق ہیں جنکو مجلس میں کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہیں آئے بلکہ وہی کانا پھوسی پھر کرتے ہیں:

اس آیت میں جس امر (نجویٰ) کے منع کی طرف اشارہ کیا ہے تمام قرآن شریف میں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا جو اس نُھُوا کے صیغے کا محکی عنہ بن سکے یعنے جو اس آیت کے اترنے سے پہلے کا منع ہو کیونکہ نُھُوا ماضی کا صیغہ ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ جس وقت یہ لفظ جبرئیل کے منہ سے نکلا تھا اسوقت سے پہلے ان لوگوں کو نجویٰ (کانا پھوسی) کرنے سے ممانعت ہو چکی تھی حالانکہ ایسا نہیں یعنے نجوی سے ایسی نہی اور منع جو اس آیت کی محکی عنہ بن سکے قرآن شریف میں کہیں نہیں ملتی پھر یہ نہی جس کی طرف اس نُھُوا کے صیغہ نے اشارا کیا ہے کہاں سے آئی یہ وہی نہی ہے جس کو وحی خفی یا حدیث کہتے ہیں اگر کسی کو شبہ ہو کہ قرآن شریف میں اسی آیت کے متصل ہے نجوی سے منع ہے تو ایسے لوگوں کی خاطر ہم تمام آیات کو نقل کرتے ہیں جس سے ہمیں یقین ہے کہ وہ اس آیت کا صرف ترجمہ ہی سمجھنے سے اس رائے کو واپس لینے پر مجبور ہونگے پس غور سے سنیں! ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَىٰ
ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ
بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ
وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ
اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا
اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا
فَبِئْسَ الْمَصِيرُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَ
تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝
(پ ۲۸ ع ۲)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر وہ وہی کرتے ہیں اور آپس میں گناہ اور عداوت اور رسول کی مخالفت کی کانا پھوسیاں کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے اسی طرح سے سلام کہتے ہیں جس طرح سے خدا نے تجھے سلام نہیں کیا یعنے سلام علیک کے بجائے سام علیک* کہتے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ خدا ہم کو کیوں عذاب نہیں کرتا جہنم ہی ان کو کافی ہے اس میں داخل ہونگے اور وہ بری جگہ ہے: مسلمانو! جب آپس میں کانا پھوسی کرنے لگو

* علیک کے معنے ہیں تجھے موت ہو

تو گناہ اور ظلم اور رسول کی مخالفت کی کانا پھوسی نہ کیا کرو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم کو جانا ہے"

اس آیت کا ترجمہ ہی دیکھنے سے یہ واہمہ اُٹھ جاتا ہے کیونکہ ایک تو یہ کہ جس لفظ سے ہمارا استدلال ہے یعنے نجویٰ وہ اس آیت کے شروع میں آیا ہے جس کا منہی عنہ اُس سے پہلے ہونا چاہیئے دوم اس آیت کے آخیر حصہ میں تَنَاجَوْا سے منع نہیں بلکہ اجازت ہے صرف یہ ہے کہ گناہ کی باتوں پر نجویٰ نہ کیا کرو اہل علم سے مخفی نہیں کہ یہ طریقہ کلام یعنے اِذَا تَنَاجَیْتُمْ جواز کے لیئے ہے نہ کہ منع کے لیئے پس آیت مرقومہ کے اخیر حصہ کو اول حصہ کے منع کا مصداق بنانا یا بنانے کی کوشش کرنا فہم قرآن سے دور ہی نہیں بلکہ تحریف کی حد تک پہنچتا ہے۔

باوجودیکہ ہمارا روئے سخن اہل قرآن سے ہے اور قرآن مجید میں شہادت کا نصاب دو رکھا ہے غور سے پڑھو اَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ تاہم ہم اپنے دعوے کی شہادت ادنے درجہ نصاب دوم سے زیادہ پیش کرتے ہیں۔

دلیل سوم | قرآن مجید میں جنگ بدر کے ذکر میں فرمایا۔

اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ (پارہ نو رکوع پندرہ (۱۵))

اللہ تعالےٰ تم کو دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کرتا تھا کہ تم اُن پر غالب آؤ گے اور تم لوگ چاہتے تھے کہ کمزور گروہ پر تم کو غلبہ ہو اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق غالب کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔"

اس آیت کا قصہ یہ ہے کہ مکہ کے مشرکوں کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ کی راہ سے آ رہا تھا جس کے پاس سامان خورد و نوش برائے فروخت بہت سا تھا مکہ والے چونکہ مسلمانوں سے برسر جنگ تھے جن کو حربی کہتے ہیں اس لیئے مسلمانوں نے چاہا کہ انپر حملہ کر کے لوٹ لیں اتنے میں مکہ کے مشرکوں نے سنا تو وہ مسلح ہو کر اپنے قافلہ کی مدد کو پہنچے ایک

گروہ قافلہ کا جو غیر مسلح تھا دوسرا گروہ مکہ کی باہتھیار فوج کا مسلمان چاہتے تھے کہ قافلہ پر ہم کو فتح ہو جس پر فتح پانے میں تکلیف کم اور فائدہ بہت تھا مگر خدا کی مشیت میں تھا کہ فوجی گروہ کو شکست ہو تاکہ آئندہ کو مکہ والوں کی فوجی طاقت کمزور اور مرعوب ہو اس واقعہ کا ذکر پروردگار نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم تم مسلمانوں کو احد الطائفتین (یعنے فوجی گروہ) پر فتح پانے کا وعدہ دیتا تھا تم چاہتے تھے کہ کمزور اور نہتے لوگوں (قافلہ والوں) پر فتح ہو خدا چاہتا تھا کہ زوردار جماعت مغلوب ہوئے

ہمارا مطلب اور استدلال اس آیت سے یوں ہے کہ اس میں وعدہ الٰہی کا ذکر ہے کہ خدا مسلمانوں کو احدی الطائفتین پر فتح پانے کا وعدہ دیتا تھا حالانکہ قرآن مجید میں اس وعدہ کا ذکر نہیں پھر وہ وعدہ کہاں ہے جو یہ مضمون بتلا سکے کہ مسلمانوں کو اس قسم کی احد الطائفتین پر فتح ہو گی جب قرآن مجید میں اس وعدے کا ثبوت صراحتہً یا اشارۃً نہیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ بیان غلط ہے (معاذ اللہ ایسا تو کوئی مسلمان کلمہ گو نہ کہیگا) یا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں خود وعدہ دیا ہو گا جس کو خدا تعالٰے نے اپنا وعدہ قرار دے کر فرمایا میں تم کو وعدہ دیتا تھا؛

اس کی بھی دو صورتیں ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہو گا کہ اللہ تعالٰے سے اُمید ہے کہ تم کو احد الطائفتین پر فتح نصیب ہو گی یا یوں کہا ہو گا کہ خدا تم سے وعدہ کرتا ہے کہ فتح ہو گی صورت اول میں تو وعدہ نہیں حالانکہ آیت قرآنی میں وعدہ کا ذکر ہے صورت ثانیہ میں وعدہ الٰہی کا ذکر بے شک ہے مگر سوال یہ ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وعدہ خدا کی طرف کیوں نسبت کیا اور خدا نے آپکے فرمانے کی تصدیق کیوں فرمائی بجائیکہ قرآن مجید میں اس وعدے کا ذکر نہیں اور منکرین حدیث کے خیال میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ذریعہ علم صرف ایک (قرآن) تھا دگر ہیچ پس جبکہ خدا نے اس وعدہ کی تصدیق فرمائی تو ثابت ہوا کہ حضور کے لئے ذریعہ علم قرآن کے علاوہ اور بھی کچھ تھا جس کو ہم لوگ حدیث یا وحی خفی کہتے ہیں اور وہ شرع شریف میں حجت شرعی ہے اہل قرآن (منکرین حدیث) کے مقابلہ کیلئے

بفضلہ تعالیٰ یہی ایک آیت کافی ہے میں نے جس منکر کے سامنے اس آیت کو پیش کیا ہے جواب نہیں آیا نہ غلط نہ صحیح بلکہ سکتہ کی سی حالت ہو گئی واللہ الہادی

اسی طرح کئی ایک احکام شرعیہ ایسے ہیں جو تمام مسلمانوں میں عموماً اور منکرین حدیث میں خصوصاً واجب التعمیل ہیں مگر قرآن شریف کے لفظوں میں نہیں ملتے جن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) **اسلام** کا پہلا حکم اور مدار یعنے **نماز** ہی کو دیکھئے کہیں بھی قرآن مجید میں اس کی تفصیل کا پتہ نہیں نہ ارکان کا پتہ نہ اذکار کا نہ رکعات کا نہ کیفیات کا ہر چند اہل قرآن کے سرگروہ مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی نے **رسالہ صلوٰۃ القرآن** میں بہت ہی کوشش سے آیات تلاش کر کے مقرر کی ہیں۔ مگر سمجھدار آدمی کے نزدیک ان کی سب کوشش پانی بلونے کے مشابہ ہے جس کا جواب ہم ان کے جوابی رسالہ (دلیل الفرقان) بجواب اہل القرآن میں لکھ چکے ہیں جس کا جواب آج تک اہل قرآن سے نہ ہو سکا؛

(۲) دوسرا مسئلہ اسلام میں زکوٰۃ ہے جسکی بابت بھی کوئی تفصیل قرآن مجید میں نہیں کہ کتنے مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور کتنی ہوتی ہے اگر کوئی شخص اس آیت کو پیش کرے جس میں حکم ہے کہ بچا ہوا مال خرچ ہو تو وہ براہ مہربانی یہ بتلا دیں کہ کیا يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ انہوں نے تمام مال جو ان کی حاجت سے بچ رہا ہو کبھی دیا بھی ہے اور اگر وہ اپنے قصور کا اعتراف کریں کہ بیشک میں نے نہیں دیا لیکن میرے نہ دینے سے حکم قرآنی منسوخ نہ ہو گا تو ایسے نیکدل اصحاب کے لئے ہم اتنا اور گذارش کرتے ہیں کہ اگر یہی طریقہ زکوٰۃ کا ہوتا تو قرآن شریف کی دوسری آیت میں اس سے منع کیوں ہوتا دیکھو اور غور سے پڑھو ارشاد ہے کہ:-

لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (پ ۱۵ ع ۳)

نہ تو بالکل ہاتھ بند کر لیا کر اور نہ ہی بالکل کھلے چھوڑ دیا کر کہ تمام ہی دے ڈالا

ورنہ ذلیل اور شرمندہ ہو کر تو بیٹھ رہیگا۔

علاوہ اس کے اگر تمام مال کے لٹا دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی تو وراثت کے مسائل کی حاجت ہی کیا تھی جو قرآن شریف کے صریح لفظوں میں مذکور ہیں۔

اسی طرح حج وغیرہ کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں نہیں ملتے نہ حج کا زمانہ نہ اقسام نہ احرام کا طریقہ نہ میقات نہ اشہر الحج کی تفصیل صرف اتنا ہے کہ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ یعنے حج کے لئے چند مہینے معین اور معلوم ہیں مگر کون سے ہیں؟ اس کا جواب قرآن شریف میں نہیں ملے گا۔ یہ تو عبادات کا حال ہے اب لیجیے معاملات اور اکل و شرب کا

(ا) گدھے کی حرمت (ب) بیوی کے ساتھ اس کی پھوپھی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا (ج) قاتل کا مقتول کے مال سے محروم رہنا (د) مختلف مذاہب کے وارثوں کو مورث میں حصہ نہ پہنچنا (ہ) کتے بلی کی حرمت (و) بھنگ افیون شراب (بجز خمر یعنے انگوری شراب) کی حرمت وغیر ذالک

اس بیان سے یہ شبہ بھی زائل ہو گیا جو منکرین حدیث کی طرف سے عموماً کیا جاتا ہے کہ قرآن شریف کی بابت چونکہ صاف ارشاد ہے کہ

تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان ہے پھر ہم حدیث کے کیوں محتاج ہوں۔

اس وہم کا ازالہ یوں ہے کہ قرآن مجید کا وہ حصہ جو ایمانیات کے متعلق ہے جیسے توحید رسالت جزا سزا حشر نشر وغیرہ وہ تو مفصل ہے اور جو اعمال کے متعلق ہے اس کا بیان مجمل کر کے تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دی گئی ہے چنانچہ اس دعوے کی دلیل آیات مرقومہ ذیل ہیں جنمیں ارشاد ہے۔

اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	رسول کا کام احکام الٰہیہ کو بیان کرنا ہے اور اتباع کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عمدہ نمونہ ہیں اور جو

أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ - الآية

کوئی رسول کی تابعداری کرتا ہے وہ اللہ کی کرتا ہے

ایک مقام پر تو سب سے مزید تاکید ہے کہ واللہ کبھی مسلمان نہوں گے جب تک تجھ کو اپنے تنازعات میں منصف اور حاکم نہ مانیں گے۔

رہا یہ شبہ کہ احادیث دو سو تین سو برس بعد وفات نبیؐ کے بنی ہیں اس کا جواب مختصر تو یہی ہے۔ "سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست" حدیث کی کتابوں کی تالیف کو حدیث کا بننا کہنا سمجھداروں کا کام نہیں حدیث کی کتابیں تو پہلی صدی ہی میں تصنیف ہونی شروع ہوئی تھیں مگر حفظ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے تھا چنانچہ طبقات ذہبی میں اس کا مفصل بیان ہے ہر ایک صحابی کے پاس اپنی اپنی یادداشتیں لکھی ہوئی ہوتی تھیں اور ساتھ ہی حفظ بھی کامل تھا مگر ان یادداشتوں میں اس امر کی تمیز نہ تھی کہ ابواب الصلوٰۃ الگ ہوں اور ابواب الزکوٰۃ وغیرہ الگ الگ لیکن اس ترتیب کی جب ضرورت ہوئی تو علمائے حدیث نے باقاعدہ ان موجودہ کتابوں کو ترتیب سے جمع کیا ہے جن کو دیکھ کر منکرین حدیث یہ سمجھ رہے ہیں یا جو کہہ دیتے ہیں کہ احادیث دو سو تین سو برس بعد بنی ہیں جو اہل علم کے نزدیک قابل مضحکہ ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی ایک ذریعہ علم تھا جس کا ثبوت ہم دے چکے فالحمد للہ

اسی کا نام وحی خفی یا حدیث نبوی ہے۔

تقلید شخصی

اس مسئلہ (تقلید شخصی) نے یوں تو دونوں گروہوں (اہلحدیث اور مقلدین) میں بہت بڑا بگاڑ پیدا کر رکھا ہے جسکے آثار دور دور تک پہنچے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں بغور دیکھا جاوے تو اس میں ذرہ بھی خلاف نہیں ہم دونوں فریق کے مسلمہ بزرگوں کی عبارات نقل کریں گے جن سے ہمارے ناظرین انشاء اللہ مطلب صاف سمجھ لینگے کہ اصل معاملہ کیا ہے جیسے ممکن ہے کہ بعض سادہ مزاج یا خود غرض ناحق بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں اور صرف اس مسئلہ (تقلید شخصی) کے انکار کرنیسے منکرین تقلید پر عداوت ائمہ کا الزام لگاتے ہیں اور بعض دل آزادی کرنیکو ایسی تحریروں کے نام صیانۃ الحق الجلی عن اعداء ابی حنیفہ ۔ یا ضرب شدید بر جگر منکر تقلید تجویز کرتے ہیں ایسے ناموں کے مقابلہ پر جس مصنف کو اپنے نفس پر قابو نہ ہوگا اس سے تو تعجب نہیں کہ اس قسم رسالوں کے جواب کا نام ایسا ہی کرنا تجویز کرے جیسے السیف المسلول علی اعناق منکری احادیث الرسول مگر ہم تو اپنے التزام مندرجہ رسالہ اہلحدیث کا مذہب کے خلاف کرنا کسی طرح پسند اور گوارا نہیں اس لیے بجائے کسی کریہ اور دل آزار نام کے دعا ہے کہ خداوند کریم امام الائمہ امام ابو حنیفہ کے دشمنوں اور ان کے خلاف منشا چلنے والوں کو ہدایت دے آمین

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ اس قسم کی تحریروں سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کو آجتک باوجود اس جدوجہد کے اہلحدیث کے مذہب سے واقفی نہیں ہوئی انہوں نے اہلحدیث کے

مذہب کا خلاصہ یہی سمجھا ہوا ہے کہ اماماں دین کو برا کہتے ہیں جس کے جوابات مفصل ہم نے رسالہ **اہلحدیث کا مذہب** میں لکھ دیئے ہیں بالفعل یہاں ہماری صرف یہ کوشش ہے کہ ہم یہ امر ظاہر کریں کہ دونوں فریق ہیں اس مسئلہ کے متعلق قریب قریب اتفاق کے ہے پس مناسب ہے کہ تقلید کے معنے بھی ہم انہی بزرگوں کے الفاظ میں بتادیں:

ہندوستان میں دونوں گروہوں کے مسلمہ بزرگ دو صاحب ہیں ایک بزرگ سے مراد ہماری مولانا استاد العلماء شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم ہیں گو آپ حنفی المذہب کے مقلد تھے مگر آپکے علم و فضل کے سب لوگ قائل ہیں آپنے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا جس میں فرماتے ہیں:

اول جاننا چاہیئے کہ تقلید اس کو کہتے ہیں کہ کسی کے قول کو بدون سمجھے دلیل سمجھنے کے قبول و معمول کر لیوے تو سنو کہ تقلید کی دو نوع ہیں ایک نوع یہ ہو کہ مقلد (یعنے امام) کے قول پر کوئی حجت شرعیہ ہرگز نہو بلکہ مخالف حکم حق تعالے کے ہو محض ظن و تخمین مقلد کا ہو اور اسکو قبول کر لیوے باوجود مخالفت کے جیسا کہ جاہلیت مشرکین عرب جمے ہوئے تھے اور سوائے ھٰذا ما وجدنا علیہ اباءنا کے کوئی دلیل نہ رکھتے تھے اور بمقابلہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے آبائی رسوم ضروری جانتے تھے سو یہ نوع تو شرک ہے اور حرام ہے باتفاق جمیع علماء امت کے اور جہاں قرآن و حدیث و اقوال علماء میں تقلید کا شرک ہونا وارد ہے یہی نوع مراد ہے دوسری نوع یہ ہے کہ مومن تابع شریعت کسی مسئلہ شرعیہ سے اس مسئلہ کو کسی عالم معتبر سے پوچھے اور عالم اسکا جواب خواہ صریح نص سے یا اشارہ و دلالت سے استنباط کر کے دیوے اور دلیل اس مسئلہ کی سائل کو نہ بتاوے اور وہ سائل بدون دلیل سمجھنے کے اس کو قبول کر کے عامل ہو پس یہاں ہر اہل علم پر روشن ہے کہ مسلم نے جو مسئلہ عالم معتبر سے پوچھا ہو تو وجہ یہ ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ یہ عالم حکم حق تعالے سے جو اس واقعہ میں ظاہر ہے اور مجھ کو اس حکم حق تعالے سے ہی مطلع کرتا ہے ہرگز کوئی حکم خلاف حکم شرع کے نہ بتاویگا بلکہ جو

حق ہے وہ ہی بتا دے گا ورنہ اگر اس کو معلوم ہو جاوے کہ یہ عالم خلاف شرع حکم بتاتا ہے تو ہرگز اُس کے پاس بھی نہ جاوے اور نہ اُس کے جواب کو کچھ اصل جانے چنانچہ عوام کا حال مشاہد ہے کہ جس عالم کو صاحب غرض نفسانی جانتے ہیں اُس سے مسئلہ ہرگز نہیں پوچھتے اور اُس کے حق مسئلہ کا بھی اعتبار نہیں کیا کرتے تو نہ اس سائل کی غرض سوائے حکم تعالیٰ کے دریافت کرنیکی ہے اور نہ عالم بجز حق تعالیٰ کے اپنے نزدیک سے بتاتا ہے تو یہ تقلید حق ہے اور زمانہ صحابہ علیہم الرضوان سے لے کر آجتک اہل علم وایمان میں شائع وذائع اور یہ نوع تقلید بحکم کتاب اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے قال تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اس آیت میں لفظ فاسئلوا صیغہ عام ہے کہ تمام افراد امت کو جس کو علم نہ ہو سوال کرنے کا عام ہے بحکم بصیغہ امر ہوئے ہے جو فرضیت کا ثبوت کرتا ہے اور لفظ اہل الذکر کا اسم جنس ہے کہ واحد اور جمع پر اس کا اطلاق لغت میں ہوتا ہے تو یہ حکم سب کو ہے کہ جس اہل ذکر سے چاہو پوچھ لو خواہ وہ تمہارا مسئول عنہ واحد ہو ہر ہر مسئلہ میں خواہ متعدد ہوں کہ کوئی مسئلہ کسی سے پوچھ لو اور کوئی مسئلہ کسی سے پہلی صورت کو تقلید شخصی کہتے ہیں کہ ایک شخص واحد کا مقلد ہو کر سب ضروریات دین اس سے ہی حل کرے اور دوسری صورت کو تقلید غیر شخصی کہتے ہیں کہ اپنی حل مشکلات دینی کو ایک شخص سے منحصر نہیں کیا بلکہ جس سے چاہا پوچھ لیا دونوں فرد تقلید کے داخل مطلق تقلید میں ہیں جو آیت فَاسْئَلُوْا الخ سے فرض ہوئی ہے کہ مطلق کے سب افراد فرضیت میں متساوی ہوتے ہیں اور جس کسی فرد پر عمل کرے دوسرے فرد پر

ف ۵ مطلق تقلید کے فرد جب ہی رہیں گے کہ ان کو بوصف اطلاق ملحوظ رکھے گا اور اگر تقلید کو بشرط شئے واجب سمجھیگا یعنے بوصف تعیین شخصی تو مطلق کی فردیت سے نکل جائے گی جیسا زید عمر بکر لابشرط شئے انسان کے فرد ہیں لہ بشرط شئے انہیں بشرط شئے انسان کا اطلاق ان پر مجاز ہے۔ ابوالوفا

عمل کرنا واجب نہیں رہتا بلکہ امتثال امر سے فارغ ہو جاتا ہے پس آیت نے مطلق تقلید کو فرض کیا اور عمل کرنے کا دونوں فرد پر جس پر چاہے مختار فرما دیا علیٰ ہٰذا حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انما شفاء العی السوال الحدیث مطلق سوال کو شفا نا واقف کی فرماتے ہیں خواہ سوال تمام ضروریات کا ایک عالم سے ہو یا متعدد علماء سے جس سے دونوں نوع تقلید مطلق مفروض کی محل و مفروض ہوتی ہیں اور سوائے اس کے سب آیات و احادیث سے یہی اطلاق معلوم ہو کر ہر دو قسم تقلید کی مامور و مفروض ہیں جس پر چاہے عامل ہو کوئی فرد ممنوع نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی عاقل اپنے فہم و عقل و الایمانی نہیں کہہ سکتا کہ مفروض مطلق کی کوئی فرد بدعت و شرک و حرام ہو یہ کام تو مجنون لا یعقل کا ہے کہ مامور کی افراد کو حرام بنا وے کیونکہ شرک ضد فرض کی ہے پھر فرض کے تحت شرک کس طرح مندرج ہو سکتا ہے کہ یہ محال ہے عقلاً و نقلاً۔

دوسری آیت یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ الخ تقلید و اطاعت علماء کو فرض کرتی ہے کہ لفظ اولی الامر کا بعمومہ خلفاء و علماء و فقہاء سب کو شامل ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عطا اور مجاہد اور ضحاک اور ابو العالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے اولو الامر فقہاء و علماء کو ہی فرمایا ہے اور مولوی صدیق حسن خاں مرحوم رئیس عاملین بالحدیث اپنی تفسیر میں اور قاضی شوکانی اور ابن کثیر اور بیضاوی اور مدارک وغیرہ تفاسیر میں یہ معنے اولی الامر کے قبول کرتے ہیں پس یہ آیت بھی بعمومہ مطلقاً تقلید کو فرض کرتی ہے بہر حال اتباع علماء کا غیر عالم پر فرض ہے اور اتباع و تقلید کے معنے واحد ہیں قال اللہ تعالیٰ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ الخ کتاب اللہ منزل من اللہ تعالیٰ ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہے حکماً لقولہ تعالیٰ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا

وَحْیٌ یُّوْحٰی وقال اللہ تعالیٰ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا اور استنباطات مجتہدین علیہم الرحمۃ کے بھی منزل من اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ جو کچھ اشارات و دلالات نصوص سے مستخرج ہے وہ عین حکم نص کا ہوتا ہے یہ امر مقرر ہے کہ قیاس مظہر حکم کا ہوتا ہے نہ مثبت حکم کا پس جو کچھ مجتہد نے استنباط فرمایا وہ عین حکم اللہ تعالیٰ ہے پس اس آیت نے سب افراد امت کو حکم کتاب و سنت کا جو صریح معلوم ہو یا استنباط ہو قبول کرنا فرض کر دیا ہے لہٰذا اس سے کسی اہل ایمان کو انحراف نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ظاہر کتاب و سنت سے سب مسائل معلوم نہیں ہو سکتے ہزارہا جزئیات مسائل ہیں کہ قیامت تک واقع ہوتے چلے جاتے ہیں اگر حکم قیاس و اجتہاد کا نہ ہوتا تو کیونکر جواب واقعات کا دریافت ہو سکتا تھا یہ کام ہر ایک عامی کا نہیں اسی واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ الخ قال المفسرون اولوالامر ھم اھل العلم والبصر والعقول الراجحۃ قال الشوکانی والنواب صدیق حسن خان فی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی جواز القیاس وان فی العلم ما یدرک بالنص ومنہ ما یدرک بالاستنباط وھو القیاس علی الکتاب والسنۃ انتہٰی اور بخاری نے اپنی کتاب میں باب منعقد کیا ہے باین ترجمہ باب من شبہ اصلا معلوما باصل مبین پس یہی قیاس اور استخراج مسائل ہے کہ تعلیم امت کے واسطے شارع علیہ السلام نے کیا ہے اور ان مسائل کا قبول خود تقلید مجتہد کی ہے ؎

البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعات و افتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے

بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اسکو کوئی اہل علم پسند نہیں کرتا بلکہ یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالےٰ اعلم (سبیل الرشاد ص۲۷)

مولانا موصوف کی تقریر کی توضیح یوں ہے کہ چونکہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی فرد بشر کو منصب شریعت نہیں کہ وہ کوئی حکم ایجاد کر سکے یا اپنے پاس سے دے سکے نیز چونکہ بے علم آدمی کو بغیر تابعداری اہل علم کے چارہ نہیں اس لئے اسپر فرض ہے کہ اہل علم سے احکام شرعیہ پوچھ لیا کرے ایک ہی سے تمام عمر پوچھتا رہے یا کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے ان دونوں صورتوں میں اُسے اختیار ہے ہاں اگر کوئی حکم قیاسی کسی مجتہد یا عالم کا کسی آیت یا حدیث کے خلاف ثابت ہو تو اس کو چھوڑ دے ایسے وقت میں آیت حدیث کا اتباع کرے ہمارے ناظرین اس مضمون کو ذہن نشین کر کے فریق ثانی کے بزرگ کا بیان بغور سنیں۔

مولانا شمس العلماء استاذ الاساتذہ شیخ الکل حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رح اس مسئلہ کے متعلق جو ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے۔

"باقی رہی تقلید وقت لاعلمی سو یہ چار قسم ہے قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہدین اہل سنت سے لاعلی التعیین جس کو مولنا شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت اور اسکی علامت یہ لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اسیطرح پر ہو جیسے شرطی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کیے جاوینگا اور جبکہ معلوم ہوگا کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دونگا۔

قسم ثانی مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعیین کرلے کہ جبکہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو جس ایک مجتہد کا اتباع کرینگے اسی کے

اتباع سے عہدہ تکلیف کیسے فارغ ہو جائینگے اور اس میں سہولیت بھی پائی جاتی ہے اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے اور کسی شخص عمل کرنیوالے کو برا نہ جانے اور ملامت اور نکیر نہ کرے مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفعیدین اگر معلوم ہو تو اس کے استعمال سے نفرت اور انکار نہ کرے بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہو کر کرنے والے پر طعن کرے اور قسم ثالث حرام و بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے قسم رابع شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے کسی مجتہد کا اتباع کیا پھر اس کو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب اوس مجتہد کے مثلاً معلوم ہوئی اب وہ مقلد یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا یا اس میں بدل بسبب کے تاویل و تحریف کر کے اس حدیث کو طرف قول امام کے لے جاتا ہے غرضیکہ وہ مقلد مذہب اپنے امام کا نہیں چھوڑتا۔" معیار الحق صہ ۱۸

ناظرین! خدارا ان دونوں حضرات کی عبارتوں پر غور کریں اور لفظی اختلافات کو چھوڑ کر اصل مدعا کو پاویں کہ ان حضرات کا مطلب کیا ہے؟ جہانتک ہم نے غور کیا ہم دونوں حضرات کو متفق پایا ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث کے موافق کسی عالم یا مجتہد کا قیاس ماننا عین قرآن وحدیث کا ماننا ہے جس کی مثال ہمنے رسالہ اہلحدیث میں بتلائی ہوئی ہے اور اگر وہ قیاس بتقاضائے بشریت غلط ہو تو چونکہ ان بزرگوں (مجتہدوں یا عالموں) کا یہ منصب اور رتبہ نہیں کہ وہ کوئی حکم ایجاد کر سکیں بلکہ وہ تو صرف مبلغ اور مظہر احکام ہیں اس لئے ان کا وہ قول بمقابلہ آیت یا حدیث کے چھوڑا جاوے گا۔

اسکی مثال کہ کیونکر مجتہد کا قول چھوڑا جاتا ہے سننی منظور ہو تو سنئے:-

---

۱؎ مولانا رشید احمد صاحب نے بھی آمین بالجہر رفعیدین وغیرہ کے کرنے کو صحیح کہا ہے دیکھو سبیل الرشاد مجتبائی صہ ۲۳ اور فتاوے رشیدیہ جلد دوم صہ ۵۸

ونبيذ العسل والتين ونبيذ الحنطة والذرة والشعير حلال وان لم يطبخ هذا عند ابي حنيفة وابي يوسف اذا كان من غير لهو وطرب (ہدایہ کتاب الاشربہ)

ہدایہ میں لکھا ہے کہ شہد انجیر جو جوار گیہوں وغیرہ ہر قسم کی شراب (جو آجکل بکتی ہے) امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف (رحمۃ اللہ علیہما) کے نزدیک حلال ہے۔ بشرطیکہ قوت حاصل کرنے کی غرض سے پی جاویں نہ بطور کھیل اور مستی کے۔"

ایسا ہی مالا بد منہ میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

"نزد امام ابوحنیفہ سوائے چہار شراب سابقہ از اشربہ لاحقہ آنچہ بقصد لہو خورد حرام ست واگر بقصد قوت خورد جائز باشد۔ لیکن ایں قول امام متروک و فتویٰ بر قول محمد است (مالابد منہ)

سوائے چار شرابوں (انگوری خام اور پختہ اور کشمش اور کھجوروں کی شراب) کے باقی جتنی قسم کی شرابیں اور ہیں (جو جوار وغیرہ کی جو آجکل مروج ہیں) قوت حاصل کرنیکی نیت سے پی جاویں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن یہ قول امام اعظم کا متروک ہے یعنے قابل عمل نہیں کیونکہ حدیث کے خلاف ہے اور امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے کیونکہ حدیث کے موافق ہے۔"

جس اصول پر قاضی صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے وہ ظاہر ہے یعنی حدیث کی موافقت موجب قبولیت ہے اور مخالفت موجب رد۔ اگر کسی جوشیلے مصنف یا مقلد کو یہ اصول منظور اور پسند نہ ہو تو وہ اس مسئلہ میں سینہ ٹھوک کر تقلید کا ثبوت دے مگر ہمارا خیال بلکہ یقین ہے کسی ایماندار کو یہ جرأت نہ ہو گی کہ تقلید کو بحال رکھنے کے لئے اس خانہ خراب کا مرتکب ہو۔ نجانا اللہ منہا

یہ بات تو طے ہو چکی کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیئے مگر کس طرح اور کس طریق سے اس کا جواب بھی ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ فریقین کے مسلمہ بزرگ کے کلمات طیبات سے دیتے ہیں۔

حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بے علم کا کام یہ ہے

وظیفۃ الجاہل ان یسئل فقیہا ما حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسئلۃ کذا وکذ ابلا تعیین (عقد الجید)	کہ غیر معین علماء سے پوچھے کہ فلاں مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد و ہدایت بنیاد کیا ہے۔

پس ان تینوں شاہ ولی اللہ مولوی رشید احمد گنگوہی سید نذیر حسین دہلوی بزرگوں کے بیان سے جو امر ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ بالکل دو حرفوں میں ہو سکتا ہے یعنے بے علم اپنے زمانہ کے عالم سے مسئلہ پوچھے اس عالم کا فرض ہے کہ قرآن و حدیث کا صریح حکم اس کو بتلاوے اور اگر صریح حکم اس کو قرآن و حدیث سے نہ ملے تو کسی امام مجتہد (صحابہ تابعین تبع تابعین) کے قول کو دیکھے پھر جو اسکی سمجھ میں قرآن و حدیث سے مستنبط یا قریب تر ہو وہ بتلاوے وہ بے علم اسپر عمل کر لے ہاں اتنا ضرور پوچھ لے کہ یہ حکم قرآن و حدیث سے بتلاتے ہیں یا محض اپنی رائے سے یا کسی مجتہد کے فہم سے کیونکہ یہودیوں کی عادت تھی اپنے علماء کی باتوں کو صرف انکے کہنے پر مان جاتے تھے کتابی دلیل اُن سے طلب نہ کرتے تھے انکے حق میں اللہ جلشانہٗ کا ارشاد پہنچا کہ اِن نادانوں نے اللہ

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔	کے سوا اپنے علماء اور صوفیا کو خدا کا ساجھی بنا رکھا ہے کہ بے دلیل ان کی باتوں کو

اور مسائل کو تسلیم کر لیتے ہیں (دیکھو جامع ترمذی وغیرہ)

الحمد للہ کہ مدت مدید کا تنازعہ جس میں قرآن فریق کا ہزارہا روپیہ برباد اور تضیع اوقات ہو چکا تھا ہمارے ذریعہ سے ایک آسان طریق سے فیصل ہو گیا دونو گروہوں کا مدعا بتلانے کو ہم نے ان کی عبارتیں نقل کر دی ہیں پس اہل انصاف ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ یہ نزاع کہاں تک صحیح ہے (مزید تفصیل بحث کے لئے ہمارا رسالہ اجتہاد و تقلید ملاحظہ کریں)

گو اس تحریر کے بعد کسی سوال و جواب کی حاجت نہیں مگر ایک دو آیتیں جو تقلید شخصی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں اُن کا ذکر ضروری ہے۔

(۱) پہلی آیت ہے کہ جس میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز ہم ہر ایک آدمی کو

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے ؛

اس سے تقلید شخصی کا ثبوت اس طرح دیا جاتا ہے کہ جب آدمی امام کے ساتھ بلایا جاویگا تو ضرور ہوا کہ ہم کسی ایک امام کے مقلد ہوں ؛

مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آیت میں تو لفظ عام ہے یعنے ہر ایک آدمی کو اپنے امام کے نام سے بلایا جاویگا چونکہ ہر ایک میں شیعہ سنی رافضی خارجی معتزلہ بلکہ کفار آریہ ہنود وسکھ مجوس وغیرہ بھی شامل ہیں پس اگر آیت موصوفہ سے آئمہ اربعہ کی تقلید ثابت ہوتی ہے تو غیر مذاہب کے پیشواؤں کا اتباع بھی تو واجب ہوگا جس سے انکی سعادت اور نجات کی قوی امید ہے کیونکہ انہوں نے وجوب شرعی پر عمل کیا ہے اگر کوئی مفتی صاحب اس امر کا فتوے دیں تو کئی ایک تنازعات کا تصفیہ ہو سکتا ہے ؛

چونکہ آیت کا ذکر آگیا ہے اس لیئے اس کے صحیح معنے ہم بتلاتے ہیں آیت موصوفہ میں امام کے لفظ کے معنے میں اختلاف ہے مگر راقم اسی کو پسند کرتا ہے کہ امام سے مراد پیشوا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ قیامت کے روز ہر ایک قوم کو ان کے اماموں کیساتھ بلایا جائیگا یعنے اے محمدیو! اے عیسائیو! اے موسائیو! وغیرہ وغیرہ پھر جب تمام لوگ جمع ہو جائینگے اور اپنے اپنے پیشوا کے پیچھے ہولیں گے تو جو لوگ سچے اور اصلی امام کے پیچھے چلے ہونگے وہ الگ ہو جائیں گے اور جو مصنوعی اماموں اور پیشواؤں کے پیچھے (جنکے پیچھے چلنے کیلئے وہ مامور نہ ہوئے تھے) چلے ہونگے وہ ماخوذ ہو جائیں گے تو اسوقت کہیں گے يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (قرآن) آرزو کریں گے کہ ہم خدا کے رسول کا اتباع کیئے ہوتے پس یہ آیت حقیقت میں اشارتاً اتباع سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کی تاکید کرتی ہے کچھ اور جیسا کہ مستدل نے سمجھا ہے ؛

(۲) دوسری آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ والی اور تیسری فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ والی چونکہ ان آیات کا ذکر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تقریر دلپذیر میں آچکا ہے اس لیئے وہی کافی ہے ناظرین ورق الٹ کر دیکھ لیں ؛

ان دلائل نقلیہ کے علاوہ عقلیہ دلائل بھی کئی ایک اس دعوے پر دیئے جاتے ہیں

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دلائل پیش کرنیوالے اصل مدعا کو نہیں سمجھے کبھی تو ائمہ اربعہ کو مثل چار گورنروں کے فرض کرتے ہیں اور کبھی مثل طبیبوں اور ڈاکٹروں کے بتاتے ہیں کبھی کچھ اور کبھی کچھ حالانکہ اماماں دین نہ تو گورنروں کی طرح ہیں نہ طبیبوں کی طرح کیونکہ گورنر ایجاد حکم کا مجاز ہوتا ہے اور طبیب بھی اپنے تجربہ سے بغیر کسی سابق طبیب کے اتباع کے نسخہ تجویز کر سکتا ہے مگر امام اور مجتہد کا یہ منصب نہیں بلکہ وہ صرف مُبلّغ احکام شرعیہ ہوتے ہیں خواہ وہ احکام ایسے ہوں جو عوام کی سمجھ میں بھی محض ترجمہ دیکھنے سے آسکتے ہوں یا ان کی سمجھ سے بالا تر غرض مجتہد کو ایجاد حکم کا منصب نہیں ہوتا پھر ایسے لوگوں سے ان کی تمثیل کیونکر صحیح ہو سکتی ہے ایسی تمثیلیں دینے والوں کے حق میں یہی کافی ہے کہ ؎ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

گو اس دعوے (عدم تقلید شخصی) کی بداہت سے کسی دلیل کے قائم کرنیکی حاجت نہیں تاہم اپنے بھائیوں کی مزید تشفی کے لئے علمائے اعلام اور مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعض اقوال اسبارہ میں نقل کئے جاتے ہیں۔

ومن المعلوم ان الله سبحانه ما كلف احدا ان يكون حنيفا او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل كلفهم ان يعملوا بالسنة ان كانوا علماء او تقليد العلماء ان كانوا جهلاء (شرح عين العلم)

ملا علی قاری شرح عین العلم میں لکھتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہے کہ خداوند تعالےٰ نے کسی شخص کو حنفی شافعی مالکی حنبلی بننے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کو یہی حکم دیا ہے کہ سنت نبویہ علی اصحابہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر عمل کریں اگر علما رہیں تو خود دیکھ کر اور اگر جہلا ہیں تو علماء سے دریافت کر کے غرض ہر حال میں سنت کو ملحوظ رکھیں۔

اعلم انه لا يكلف الله احدا من عباده بان يكون حنفيا او مالكيا او شافعيا او حنبليا بل اوجب عليهم الايمان بما بعث به سيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم (قول سديد)

اور قول سدید میں ہے کہ یہ سمجھ رکھو کہ خداتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی بنے یا مالکی شافعی بنے یا حنبلی بلکہ انکو یہی حکم دیا ہے کہ جو کچھ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے اسپر ایمان لائو

ان ابا حنیفۃ سئل اذا قلت قولا و
کتاب اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب
اللہ فقیل اذا کان خبر الرسول صلی اللہ علیہ
وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول

(روضۃ العلماء)

وکان الامام مالک یقول ما من احد
الا ومأخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان الامام
احمد یقول لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام
لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا
النخعی ولا غیرہم وخذ الاحکام من حیث
اخذوا من الکتاب والسنۃ

(یواقیت والجواہر)

قال الشافعی اذا بلغکم خبر صحیح یخالف
مذہبی فاتبعوہ واعلموا انہ مذہبی

(عقد الجید)

روضۃ العلما میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رح
سے ایک دفعہ سوال ہوا کہ آپکا قول قرآن کے
خلاف ہو تو کیا کریں فرمایا چھوڑ دیا کرو پھر
سائل نے عرض کیا اگر حدیث کے خلاف ہو تو
کیا کریں فرمایا حدیث کے مقابلہ پر میرا قول چھوڑ دیا کرو
یواقیت والجواہر میں ہے کہ امام مالک فرمایا کرتے
تھے ہر ایک آدمی سے اس کے قول پر دلیل کا
مواخذہ ہوتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اور امام احمد فرمایا کرتے تھے خدا اور رسول کیساتھ
کسی ایک کا حق برابر نہیں ۔ سنو! نہ میری تقلید
کرنا نہ امام مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی نہ کسی
اور کی بلکہ جہاں سے ان صاحبوں نے لیا ہے وہیں
سے تم لیا کرو یعنی قرآن و حدیث سے۔
حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
عقد الجید میں فرماتے ہیں امام شافعی فرمایا
کرتے تھے کہ جب تم کو صحیح حدیث میرے
مذہب کے خلاف ملے تو اسی کی تابعداری کرنا اور جاننا کہ وہی (حدیث) میرا مذہب ہے۔

ان اقوال کو پڑھکر بھی کوئی دانا اپنے رسالہ کا نام حضرت شہید بر جگر منکر تقلید رکھیگا اور یہ سمجھیگا
کہ سب سے پہلے منکر تقلید کون ہیں اور یہ حضرت شہید پہلے کس کے سینہ پر پہونچتی ہے ان اقوال میں ان
بزرگوں نے جس امر کی وصیت فرمائی ہے بحمد اللہ اہلحدیث اسپر دل سے پابند ہیں یعنی یہ کہ اصل اتباع
قرآن و حدیث کا کرتے ہیں اسکے مقابلہ پر کسی امتی کا قول و فعل سند نہیں جانتے اور نہ ان دونوں (قرآن حدیث)
کے سوا کسی کا اتباع اپنے پر واجب جانتے ہیں انکا ورد زبان ہے اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفے بجان
مسلم داشتن ۔ اس مضمون کے متعلق ہمارے دو رسالے اور قابل دید ہیں۔ اتباع سلف اور اجتہاد و تقلید

اہل حدیث اور مقلدین کے مقدمات میں سرکاری فیصلے

گو آجکل اکثر اطراف میں امن کی صورت ہے جسکی وجہ کچھ تو اہلحدیث کی کثرت ان اطراف میں ہے اور کچھ سرکاری عدالتوں کے فیصلے اہلحدیث کے حق میں ہونے سے امن ہے مگر بعض اطراف میں ہنوز روز اول ہی بدستور مقدمات عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں اور فریقین کا نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ ہو رہا ہے الی اللہ المشتکی اس لئے سرکاری عدالتوں کے فیصلے ایسے تنازعات کے متعلق جو فریقین کے آمین بالجہر کہنے پر پیدا ہوئے لکھے جاتے ہیں تاکہ اہلحدیث ہر وقت ان سے مستفید ہو سکیں۔

ماتحت عدالتوں میں تو کثرت سے ایسے فیصلے ہیں مگر اُن کے ذکر کرنے میں چنداں فائدہ نہیں البتہ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے نظیر ہو سکتے ہیں اسلئے چند ایک یہاں درج ہیں تھوڑے ہی عرصہ کا ذکر ہے مسمی خدا بخش دہلوی کی ایک مسجد میں آمین بالجہر کہنے کیوجہ سے حفظ امن کی ضمانت ہوئی جسکی نگرانی اوسنے چیفکورٹ پنجاب میں کی تو ججان چیفکورٹ نے ضمانت کو فسخ کیا اور اپنے فیصلہ میں یہ الفاظ بھی لکھے ہیں کہ ہم حکام کا یہ قرار دینے میں اتفاق ہے کہ سائل نے اسوقت کوئی بیجا فعل نہیں کیا جب اُس نے ایک مسجد میں جہاں عموماً اشخاص مقلد آیا کرتے ہیں لفظ آمین باواز بلند کہا (دیکھو پنجاب ریکارڈ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء فیصلہ نمبر ۱۵) ایسا ہی ہائیکورٹ الہ آباد میں باجلاس کامل ۵ نومبر سنہ ۱۸۸۹ء کو ججان ہائیکورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

اہلحدیث بلا شبہ مسلمانوں کے ایک ایسے فرقہ میں داخل ہیں جو قدیم مذہب کے قائل ہیں اور بحیثیت مذکور مدعیان اہلحدیث کو مسجد مذکور کے عام طور پر عبادت اور دیگر اغراض مذہبی کے لئے جن کے واسطے مسجد استعمال کی جا سکتی ہے استعمال کرنے کا اسیقدر حق ہے جسقدر مدعا علیہم (مقلدین) کو ہے۔

اور پریوی کونسل لنڈن میں ۲۹ - ۳۰ جنوری اور ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء کے فیصلے میں یہ الفاظ ہیں (ا) مدعیان اس فرقے کے ہیں جو عامل بالحدیث یا اہلحدیث کہلاتا ہے (ب) عامل بالحدیث سنی مسلمان ہیں اور سنت جماعت میں داخل ہیں (ج) کوئی سند اس بات کے کہنے کی نہیں ہے کہ عامل بالحدیث حنفی کی نماز میں پیش امام نہیں ہو سکتا (د) ان فیصلجات سرکاری سے بڑھ کر وہ خانگی فیصلہ ناطق ہے جو دہلی میں ۶ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ کو فریقین کے علماء اور رؤسا نے باہمی کیا تھا جس کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل معاہدہ علمائے اہلحدیث و حنفیہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی مہ

۱۸۵۷ء

مہر محکمہ کمشنری قسمت دہلی

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

اما بعد چونکہ دہلی و دیگر امصار میں اکثر نافہم لوگوں نے مسائل فروعیہ میں تنازعات بے معنی برپا کر کے طرح طرح کے اشتہارات و رسائل مشتہر کیے ہیں بارہا اشتہار و رسائل ہماری نظر سے گذرے ہر چند بطور خود اس کا انتظام و امتناع چاہا مگر نادان لوگ باز نہ آئے اور خفیف امور پر نوبت بعداوت پہنچائی ہر ایک فریق اپنے مخالف فریق کو

[1] اور ان کے سوا اور فیصلجات مفصلہ کا مجموعہ کتابی صورت میں مطبوع ہے جسکا نام ہے فتوحات اہلحدیث ۸ر قیمت پر دفتر ہذا سے مل سکتا ہے۔

گمراہ اور خارج از اہلسنت والجماعت تقریراً وتحریراً کہنے لگا اور باہم فساد وعناد بڑھتا گیا اور یہاں کے فساد سے اور بلاد اور قصبات میں بھی نزاع وتکرار بین المسلمین واقع ہوئی اور نوبت بفوجداری پہنچی حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آیا ہے اور صحابہ کرام اور مجتہدین عظام میں فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے لیکن باوجود اختلاف کے اون حضرات میں بغض وعناد وفساد نہ تھا۔ ایک دوسرے کو خارج از اہلسنت والجماعت نہ سمجھتا تھا اور آپس میں محبت واتحاد تھا اور آجتک لوگ انہی فروعی مسائل کے اختلاف کے سبب اتفاقی حرمتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ ضد اور کینہ اور غیبت اور عداوت اور فساد بالاتفاق حرام ہے جن مسائل مختلف فیہ میں اختلاف ہیں وہ یہ ہیں۔ نجاست آب امین بالجہر فی الصلوٰۃ۔ رفع یدین فی الصلوٰۃ رفع سبابہ ودیگر مسائل اختلافیہ بعض نے ان کو حرام سمجھا اور بعض نے مثل موکدہ غرضیکہ جادۂ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال نماز میں طعن وتوہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے بشرط رعائت عدم مفسدات جائز ہے۔ پس جو شخص کرے اس کو منع نہ کیا جاوے اور اس کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنی چاہیئے اور جو نہ کرے اسپر اعتراض نہو اور فاعل افعال مذکورہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور آپس میں محبت اور اتحاد رکھیں اور کوئی کسی کو برا اور بدمذہب نہ جانے مساجد میں کسی فریق کا کوئی فریقین سے مانع ومزاحم نہو جیسا کہ طریقہ سلف کا تھا اور عملدرآمد متقدمین کا رہا ہے۔

عامل بالحدیث اپنے طور پر عمل کرے اور عامل بالفقہ اپنے طور پر ہر ایک مسجد میں ہر ایک اپنے عمل بجالانے کا مجاز ومختار ہے۔ پس ہم سب اس بات کا اشتہار دیتے ہیں کہ ہر واعظ اپنے وعظ میں دلائل تکراری واجتہادی وغیرہ بیان نہ فرماویں البتہ وقت تدریس حدیث شریف کے اس کے دلائل اور کتب فقہ کی تدریس کے وقت اس کے دلائل بیان کیے جاویں اور طعن وتشنیع نہ کیا جاوے۔

اسی کے متعلق علمائے حنفیہ کا ایک فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

-- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ہم حنفی مذہب کے ہمراہ و شامل صف نماز ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے لئے موجب فساد نماز یا کراہت نماز ہے یا نہیں اگر اس کا آمین کہنا ہمارے لئے موجب فساد نماز یا باعث کراہت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کون سی کتاب میں لکھا ہے بینوا توجروا

الجواب

آمین جہر سے کہنا غیر مذہب کا مذہب حنفی والے کو مفسد نماز نہیں ہے اور نہ موجب کراہیت کیونکہ فعل ایک مصلے کا دوسرے مصلے کی طرف متعدی نہیں ہوتا واللہ اعلم

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

بلکہ اگر آمین کے جہر کرنے سے امام قرأت بھول جاوے تو کراہت اسکی اس مجاہر پر ہووے گی۔

عفی عنہ رحیم محمد مسعود

صح الجواب
عبدہ محمد یعقوب سنہ ۱۲۸۴
دہلوی

الجواب صحیح
سید حسن شاہ
رامپوری

اصاب من اجاب
محمد عبداللہ ابو ابراہیم ہاشم
میرٹھی

محمد عبد الکریم ... ۱۲۹۲
دہلوی

از منصور علی
محمد ہست

امام فن مناظرہ
اہل الکتاب سید ناصر الدین
محمد ابو المنصور سنہ ۱۲۹۱
دہلوی

من اجاب فقد اصاب
محمد عبداللطیف
عفی عنہ مقیم میرٹھ

صح الجواب بلا ارتیاب
حررہ
ابو محمد عبدالحق
(حقانی)

محمد عبد الحق

ذلک کذلک محمد اسمٰعیل ... الجلیل الدلیل

الجواب صحیح کتبہ محمد یعقوب عفی عنہ

بلا شبہ جواب ثانی بھی صحیح ہے

الف ۱۲
محمد عبد ربہ

دار دو امید شفاعت
ز محمد یعقوب

اکبر علیخاں ولد
محمد رحیم علیخاں

محمد عبد الرب

لاریب فی ہذا الجواب

اسمٰہ احمد بالعا[illegible]

محمد فضل احمد

الجواب صحیح
محمد نور اللہ عفی عنہ

والجواب المذکور صحیح ان کان المقصود اتباع السنۃ والا فالافضل عندی الامتناع واللہ اعلم

مدرس مدرسہ حسین بخش

محمد اسمٰعیل انصاری

الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ

وتوکل علی
عزیز الرحمن

مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح

نظام الدین

ہذا الجواب بلا ریب المرتاب

ابو یحییٰ محمد

میرے نزدیک تو اگر خود حنفی بھی آمین بالجہر کہے تو
اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی نہ کہ دوسرا شخص کہے اور
حنفی کی نماز فاسد ہو جاوے حق یہ ہے کہ جہر و اخفا
دونوں فعل مسنون ہیں آئمہ حنفیہ کو جواز جہر میں خلاف
نہیں ہے صرف اولویت میں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ
اخفا کو اولیٰ سمجھتے ہیں اور آئمہ جہر کو پس سائل کو اپنی نماز
کے فساد کا کیا معنے کراہیت کا بھی شبہہ نہ کرنا چاہیے واللہ اعلم
بالصواب حررہ محمد اسمٰعیل غفر اللہ عنہ ساکن کول (علیگڈھ)

الجواب صحیح
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ انبہیٹوی
مدرس اول مدرسہ سہارنپور

محمد اسمٰعیل

محمود حسن

محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ محمد محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ سہارنپور

امروہی ورد بھوپال

جواب المجیب صحیح والحق احق ان یتبع

المتقادم الباری
عبد اللہ انصاری

عفی عنہ
احمد علی عفی

مدرس مدرسہ [illegible] میرٹھ

جملہ جوابات مجیبین کے صحیح لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ
حسین پور مرحوم کا تحریر فرمانا خلاف شان علمائے کے ہے کیونکہ جب ایک
امر حدیث سے سنت ثابت ہو چکا پھر اس کے عامل پر الزام نفسانیت کس طرح
ہو سکتا ہے نماز میں کسی قسم کی خرابی جب واقع ہوتی ہے کہ خلاف امر شروع نماز
میں کیا جاوے اور آمین بالجہر کے تو علمائے حنفیہ بھی قائل ہیں چنانچہ مولوی شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کہتے ہیں والظاہر الحمل علی کلا العملین یعنے جہر و سر دونو
جائز ہیں اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کہتے ہیں والانصاف ان الجہر
قوی من حیث الدلیل یعنے جہر قوی ہے باعتبار دلیل کے اور ابن ہمام نے لکھا ہے
لو کان الی فی ہذا شیئ لوفقت بینہما ان یراد بروایۃ الخفض عدم
القرع العنیف وبروایۃ الجہر بمعنے زیر الصوت وذیلہا یعنے اگر اس بارہ
میں مجھ سے پوچھا جائے تو میں دونوں قسم کی روایتوں میں مطابقت دے سکتا ہوں
کہ آہستہ کی روایت سے یہ مراد ہے کہ بہت زور کی آواز نہو اور جہر کی روایت سے
یہ مراد ہے کہ گونجتی ہوئی آواز ہو یعنے بہر دو صورت آواز سے ہی کہنا رہا) یعنے
اس کلام سے بھی دونوں کا ثبوت ہے اور نیز علمائے دیگر بھی قائل ہیں مانند
ان کے مولنا عبد العلی در ارکان اربعہ سے فرمائند کہ در باب آہستہ گفتن آمین ہیچ
وارد نشدہ مگر حدیثے ضعیف" یعنے آمین آہستہ کے واسطے کوئی حدیث قوی نہیں
وارد ہے مگر ایک حدیث ضعیف اور مولنا سلامت اللہ صاحب حنفی بھی قائل ہیں ۔
جیسا کہ اپنی کتاب شرح الموطا میں لکھا ہے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

حررہ عبدالصمد حنفی متوطن گوٹھاولی ضلع بلند شہر

کسی دوسرے شخص کا زور سے آمین کہنا احناف کے واسطے نہ موجب فساد نماز
ہے نہ کراہت احناف اور غیر احناف میں جو کچھ اس بارہ میں اختلاف ہے وہ
محض اولویت اور عدم اولویت کا ہے اس سے فساد نماز کسی کا مذہب نہیں زمانہ
صحابہ سے لے کر آج تک یہ تعامل چلا آیا ہے کہ دونوں فریق ایک جگہ

نماز پڑھتے رہے البتہ سب و شتم اور لعن طعن باہم نہ ہونا چاہیئے واللہ اعلم

کتبہ عبداللطیف عفی عنہٗ از دفتر ندوۃ العلماء کانپور

ایک بڑے طعن کا جواب

عموماً عوام کی طرف سے یہ اعتراض اور الزام اہلحدیث پر لگایا جاتا ہے کہ جتنے گمراہ فرقے (نیچری مرزائی۔ چکڑالوی وغیرہ ہمچو قسم) نکلے ہیں سب انہی میں سے نکلے ہیں اس لیئے یہ فرقہ برُا ہے لیکن اہل علم اور عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ الزام کہاں تک واقعی ہے اور کہاں تک صحیح ہے اول تو جتنے فرقوں کا نام لیا گیا ہے ان کو اہلحدیث سے کوئی تعلق نہیں سید احمد خاں بانی فرقہ نیچریہ کبھی اہلحدیث کے فرد نہیں تھے بلکہ اس کی تصنیفوں میں اہلحدیث کا رد موجود ہے (دیکھو تصنیفات احمدیہ) مرزا صاحب قادیانی کو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اہلحدیث تھے مگر وہ خود اس کے قائل نہ تھے کہتے تھے کہ میں ہمیشہ ان خشک وہابیوں سے متنفر رہا ہوں (دیکھو اخبار البدر قادیان ۲۰ شعبان ۱۳۲۰ھ) چکڑالوی بھی اہلحدیث سے تو کیا حدیث کے نام سے بیزار ہے اور اہلحدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں جانتا پھر نہیں معلوم ان لوگوں کی برائی اہلحدیث کے سر پر کیوں تھوپی جاتی ہے اور اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ یہ لوگ پہلے پکے اہلحدیث تھے اور بعد میں ترقی کر کے اس حد تک پہنچے ہیں تو پھر بھی یہ الزام اہلحدیث کے مذہب پر صحیح نہیں کیونکہ اس حالت پر اگر وہ پہنچے ہیں تو اہلحدیث کے مذہب کو چھوڑ کر پہنچے ہیں بھلا اگر وہ اس وقت بھی اہلحدیث کے مذہب کے قائل اور ملتزم ہوتے تو حدیث سے انکار کیوں کرتے؟ یہ انکار ان کا صاف دلیل ہے کہ ان فرقوں کو اہلحدیث سے کوئی بھی تعلق نہیں اگر کسی مذہب کے اصول کو

له بلکہ قبل دعوے مسیحیت آمین رفعیدین سے منع کرتے تھے دیکھو سیرۃ المہدی ص۱۳۳

چھوڑ کر کسی فرقہ کا پیدا ہو جانا بھی اصل مذہب پر الزام لاتا ہے تو اہل سنت کے مذہب سے کون مذہب بُرا ہے جن میں (بقول حنفیہ) وہابیہ - مرزائیہ - نیچریہ وغیرہ پیدا ہوئے ہیں اگر یہی الزام شیعوں کی طرف سے اہلسنت پر لگایا جاوے تو معلوم نہیں کہ ہمارے بھائی (حنفی) اس کا کیا جواب دیں گے اور اگر ہم تنزلاً یہ بھی مان لیں کہ یہ لوگ اب بھی اہلحدیث کے مذہب کا التزام کرتے ہیں اور حدیث کے پابند ہیں تو بھی کوئی سوال اور الزام عائد نہیں ہو سکتا ورنہ بتلاوے کہ جن فرقوں کو ہمارے بھائی خود ہی گمراہ بلکہ کافر قرار دیتے ہیں رافضی ہوں یا خارجی معتزلہ ہوں یا زیدیہ مرزائی ہوں یا نیچری وغیرہ یہ سب کے سب آخر اسلام ہی کے فرقے اور اسلام کے قائل ہیں تو کیا انکی خرابی سے اسلام پر بھی خرابی یا الزام عائد ہو سکتا ہے حالانکہ یہ لوگ **اسلام** کا التزام کرتے اور اس کی پابندی کے مدعی ہیں بلکہ اپنے ہی مذہب کو اسلام کا صحیح نمونہ بتلاتے ہیں پھر جب ان کی خرابی سے **اسلام** پر خرابی نازل نہیں آتی تو اہلحدیث پر جن کے اصول کے یہ لوگ (نیچری مرزائی اور چکڑالوی وغیرہ) ملتزم بھی نہیں بلکہ سخت منکر ہیں کیونکر الزام آسکتا ہے؟ اہل علم ذرا غور فرماویں ٭

نہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
مسلمانو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

تمت بالخیر

کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مختصر فہرست کتب

(قادیانی مشن)

شہادۃ القرآن - اثبات حیات مسیح میں بینظیر کتاب حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم عہ؍ کل ۱۴؍
دونوں کے خریدار کو محصولڈاک معاف -

الہامات مرزا - الہاموں کی کافی تردید ۱۲؍

مرقع قادیانی - مرزا صاحب قادیانی کی تردید ۶؍

تاریخ مرزا - ۸؍ فتح ربانی - ۸؍

نکاح مرزا - آسمانی نکاح مرزا کی تفصیل ۲؍

شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۲؍

فاتح قادیان - مرزا صاحب کے آخری فیصلہ پر مفصل انعامی مباحثہ لدھیانہ ... ۶؍

فسخ نکاح مرزائیان - متفقہ فتوے علمائے اسلام - ... ۴؍

عقائد مرزا - مفید رسالہ ... ۱؍

شہادات مرزا - ... ۴؍

فیصلہ آسمانی - ہر سہ حصہ قیمت عگ؍

الخبر الصحیح - قبر مسیح کی تحقیق ۲؍

(آریہ مشن)

حق پرکاش - بجواب ستیارتھ پرکاش عہ؍

ترک اسلام - دھرمپال کے ترک کا جواب ۱۲؍

الہامی کتاب - قرآن کے الہامی ہونیکا ثبوت عہ؍

بحث تناسخ - تناسخ پر مکمل بحث ۴؍

ثمرات تناسخ - تناسخ کے نتائج ۶؍

حدوث وید - ویدوں کی قدامت کا رد اور حدوث کا ثبوت - ۲؍

حدوث دنیا - دنیا کے حدوث کا ثبوت ۳؍

الہام - الہام پر بحث ... ۲؍

شادی بیوگان اور نیوگ - ۲؍

مناظرہ غورجہ - غورجہ کی مصدقہ بحث آریوں سے - - ۴؍

مناظرہ جلبور - آریوں سے ۴؍

القرآن العظیم - قرآن اور وید کا مقابلہ ۳؍

تبر اسلام - بجواب نخل اسلام دھرمپال ۶؍

جہاد وید - ویدوں سے جہاد کا ثبوت ۴؍

مباحثہ گوشت خوری - قیمت ۶؍

(متعلقہ اہل حدیث)

اہل حدیث کا مذہب - اہل حدیث کے مسائل کا بیان ... ۸؍

تقلید شخصی و سلفی پر عالمانہ بحث ۸؍

حدیث نبوی اور تقلید شخصی - دونوں مضمونوں پر بحث - ۴؍

علم الفقہ - مسائل فقہ کی تنقید ۳؍

آمین ورفع یدین ۔ دونوں مسئلوں کا ثبوت ۲ر

فتوحات اہلحدیث ۔ ہائی کورٹوں کے
فیصلہ جات بحق اہلحدیث .. ۸ر

اجتہاد و تقلید ۔ دونوں مسائل پر مفصل
اور دلچسپ بحث ۸ر

(متعلقہ عام اہل اسلام)

تعلیم القرآن ۔ بالاجمال قرآن شریف کی
تعلیم کا بیان ۔ ۲ر

قرآن اور دیگر کتب ۔ مقابلہ دکھایا گیا
ہے ۔ ۲ر

اسلامی تاریخ ۔ آنحضرت صلعم کے حالات
بطرز حکایات ۳ر

خصائل النبی ۔ ترجمہ شمائل ترمذی ۲ر

السلام علیکم ۔ اسلامی سلام کے احکام ۲ر

ہدایت الزوجین ۔ بیوی خاوند کے احکام
نکاح و طلاق کے مسائل .. ۲ر

کلمہ طیبہ ۔ کلمہ شریف کی تفسیر ۲ر

توحید و تثلیث ۔ دونوں مضامین ۳ر

حضرت محمد رشی ۔ وید ۔ انجیل اور
توریت سے نبوت کا ثبوت .. ۳ر

ادب العرب ۔ عربی صرف ونحو اردو ۸ر

رسوم اسلامیہ ۔ رسوم بدعیہ کا رد ۲ر

تقابل ثلاثہ توریت ۔ انجیل اور قرآن کا مقابلہ ۸عہ

دلیل الفرقان ۔ اہلقرآن کا رسالہ
متعلقہ نماز کا مکمل جواب .. ۴ر

ام القریٰ ۔ مکہ معظمہ کی فضیلت ۸ر

خلافت محمدیہ ۔ شیعوں کی تردید میں
لاجواب رسالہ ۸ر

عصمت النبی ۔ آنحضرت صلعم کی
پاکدامنی کا مکمل ثبوت .. ۳ر

عزت کی زندگی ۔ وہ احکام جن سے
عزت کی زندگی حاصل ہو ۔ ۲ر

میل ملاپ ۔ اتحاد کا سبق دینے والا
رسالہ ۴ر

لغات القرآن ۔ جملہ الفاظ قرآنی کی
تحقیق انیق ۸عہ

البرہان العجاب ۔ سورہ فاتحہ خلف
الامام کی تائید .. ۸ر

نور العینین ۔ شیخ حسین محدث بھوپال
یمنی کا عربی فتاوے جلد اول ۔ لعہ

حیات طیبہ ۔ حضرت مولانا اسمٰعیل
شہید دہلوی کی مفصل سوانحعمری ۔ سے

ملنے کا پتہ ✻

منیجر دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر (پنجاب)